روس میں پان ترکزم اور اسلام

تلخیص و ترجمہ

مصنف دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ ۱۹۰۵ء سے لے کر ۱۹۲۰ء تک جب کہ زاروں کا دور اقتدار ختم ہو گیا روسی سلطنت میں بسنے والی مختلف اقوام کو اپنی قومی آرزوؤں کے کھلے بندوں اظہار کا اس عہد جدید میں سب سے زیادہ موقع ملا تھا۔ انہی اقوام میں سے روسی ترک بھی تھے، جن کی غالب اکثریت مسلمان ہے "اور سلاوی نسل کے بعد زاروں کے روس اور آج کے سوویت روس میں سب سے بڑی قوت ہیں۔ یہ ترک قومیں اسلامی دنیا کا ایک اچھا خاصا حصہ ہیں[۲] اور اگر ایک طرف ان ترکوں کی اقتصادی اور ثقافتی سرگرمیوں اور ان کی عددی طاقت نے مشرق کے متعلق روس کے طرزِ عمل کو متاثر کیا ہے، تو دوسری طرف ان کا جو جغرافیائی محل وقوع ہے، اس کی بنا پر وہ ایشیا میں روسی پالیسیوں کے لئے ایک دکھانے کی چیز بن گئے ہیں۔ مصنف کے الفاظ میں "اسلامی دنیا کے ایک بڑے حصے میں آج جو جوش و خروش پایا جاتا ہے، اس کی وجہ سے ان قوموں کی تاریخ سے اس وقت اور بھی زیادہ دلچسپی لی جانے لگی ہے۔ انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک مسلمان قومیں آج ایک اضطراب میں مبتلا ہیں، اس لئے ان کے ایک حصے کے متعلق، جسے سب سے پہلے جدید انقلاب کے مراحل سے گزرنا اور اس کے اثرات سے دوچار ہونا پڑا ہے، بہتر معلومات شاید پوری اسلامی دنیا کو سمجھنے کے لئے ایک کڑی کا کام دے سکیں۔"

۱؎ Pan-Turkism & Islam in Russia نام کی یہ کتاب امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی کے روسی ریسرچ سنٹر کی طرف سے شائع ہوئی ہے، اس کے مصنف سرجے اے زنکووسکی ہیں۔ کتاب کا سن طباعت ۱۹۶۰ء ہے۔ روس کے مسلمان ترکوں کی علمی، ثقافتی اور سیاسی سرگرمیوں پر ۱۹۲۰ء تک اس میں بڑی تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

۲؎ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا (۱۹۵۶ء) میں جی ای ویلر نے کل ترکی بولنے والی اقوام کی تعداد ۴ کروڑ ۸۰ لاکھ بتائی ہے۔

کل ترک اقوام کی مجموعی تعداد اس وقت کوئی پانچ کروڑ کے قریب ہے۔ ان میں سے دو کروڑ ترکی میں ہیں، اور اتنے ہی سوویت یونین میں، اور باقی چینی ترکستان صوبہ سنکیانگ شمالی افغانستان ایران اور بلقان کے ملکوں میں۔ پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی میں ترک اپنے اصلی مسکن التائی پہاڑوں اور منگولیا سے نکلے پھر گیارھویں صدی عیسوی میں وہ وسطِ ایشیا، ایران، اناطولیا اور جنوبی روس پر قابض ہوگئے، اور ایک وقت آیا کہ عثمانی ترکوں نے اپنی ایک زبردست سلطنت قائم کی وسط ایشیا یعنی بخارا تاشقند سے کرا ناطولیہ اور استنبول تک کے اس وسیع علاقہ میں ترک اقوام کے پھیلنے اور مقامی لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے سے ان کی ایک زبان نہ رہی۔ پہلے مغرب میں عثمانی ترکوں کی زبان ترکی تھی اور اور مشرق میں وسط ایشیا کے علاقوں میں چغتائی، لیکن چغتائی زبان مرورِ ایام سے مردہ ہوگئی، اور علاقائی بولیوں کی بنیاد پر نئی زبانیں وجود میں آئیں۔ جنہیں اب سوویت یونین نے قومی زبانوں کا درجہ دے دیا ہے۔

سوویت یونین میں ترکی کی بڑی بڑی آبادیاں یہ ہیں: بحرِ اسود کے نواح میں کریمیا کے ترک، دریائے وولگا اور یورال کے علاقوں میں تاتار اور ان سے متصل بشکیری کے مشرق میں قازق۔ سیر کیز قیزی، اور ان سے متصل مغرب کی طرف سمرقند، بخارا، خیوا وغیرہ میں جو ازبک ہیں۔ انہیں کے ساتھ تاجک، آذربائیجان اور ترکمان ہیں۔

اب نسلی اور قومی اعتبار سے خواہ ان سب ترک اقوام کا مورثِ اعلیٰ ایک ہی ہو۔ لیکن صدیاں گزرنے کے بعد تو ان میں قومی و علاقائی یک جہتی رہی تھی، اور نہ ان کی ایک زبان ہی تھی، چنانچہ جب انیسویں صدی عیسوی کے وسط اور اواخر میں روس کے ترکوں میں قومی بیداری کا آغاز ہوا تو لامحالہ اس کی نوعیت اسلامی تھی۔ ایک تو اس لئے کہ ایشیا اور مشرقی یورپ کے مسلمانوں نے نسل اور قومیت کے بجائے اپنے آپ کو اکثر مذہب اسلام اور اس کی ثقافت ہی سے وابستہ کیا ہے اور دوسرے خود زاروں کے روس میں بھی ترکوں کو غیر ترکوں سے مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہی الگ سمجھا جاتا تھا۔ اسی سلسلے میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ روس کے تقریباً تمام مسلمان ترک ہیں، اور روس میں جو بھی ترک ہیں، ان میں سے نوے فی صد مسلمان ہیں، بہت کم غیر مسلم ترک تھے، جو بعد میں عیسائی ہوگئے چنانچہ اس دور کے روس میں ترک اور مسلمان کا ہم معنی ہونا بالکل قرین قیاس تھا۔

غرض انیسویں صدی میں جب روس کے ترکوں میں بیداری شروع ہوئی، تو ان میں ترکیت کا لسانی، قومی اور نسلی شعور ان کی اسلامی ثقافتی وحدت کے احساس پر غالب نہیں آسکا اور یہ صورتِ حال

اشتراکی انقلاب کے بعد ۱۹۲۰ء تک رہی۔ جب کہ ترک کمیونسٹ بھی اسلامی انقلاب اور اسلامی تعلیمی مسائل کی باتیں کرتے تھے۔ نماز میں ترکی زبان کو رائج کرنے کی روس میں سب سے پہلی کوشش انیسویں صدی کے آخر میں ہوئی۔ اور اسے دیندار علماء نے کھلا الحاد قرار دیا ۱۹۰۸ء میں تاتاری[1] علماء کی ایک جماعت نے روسی حکومت سے شکایت کی کہ ان کے بعض "انقلابی" افراد مسجدوں میں جمعہ کی نماز تاتاری زبان میں پڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں، اور یہ مذہب اسلام میں سخت ممنوع ہے ۱۹۱۲ء میں کسی حد تک ایک ترقی پسند تاتاری عالم صدیق امان کولف نے ایک آزادی پسند (لبرل) اخبار میں لکھا کہ قرآن مجید کا تاتاری جیسی عامیانہ زبان میں ترجمہ کرنا ناممکن اور تقریباً کفر و الحاد ہے، چنانچہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ اسلامی اداروں تک میں قرآن مجید اور فقہ اسلامی کی تعلیم عربی زبان ہی میں دی جاتی رہی، اور اس کے لئے ترکی کو کبھی ذریعہ تعلیم نہیں بنایا گیا۔ نیز خود عربی زبان کی تعلیم فارسی میں لکھی ہوئی درسی کتابوں کے ذریعہ ہوتی تھی۔ علاوہ ازیں وسط ایشیا اور بخارا میں جہاں ازبک آباد تھے، علمی و ادبی زبان فارسی تھی۔

روسی سلاویوں اور ترکوں کا ایک عرصہ دراز سے باہم ٹکراؤ رہا ہے۔ پہلے ترکوں کا پلہ بھاری تھا سترہویں صدی میں تاتاریوں نے کوئی دو لاکھ کے قریب روسی غلام کر رکھا اور اناطولیہ کی منڈیوں میں بیچے تھے۔ اور تو اور اٹھارہویں صدی کے نصف آخر تک کریمیا کے تاتاریوں کے یوکرین پر حملے ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ جب ۱۸۶۸ء میں روسی فوجیں بخارا میں داخل ہوئیں تو انہوں نے بہت سے روسی غلاموں کو آزاد کرایا تھا۔ لیکن پندرھویں صدی میں تاریخ کا رخ پلٹنا شروع ہوا۔ اور سلاوی بتدریج زور پکڑنے لگے۔ یہاں تک کہ زاروں کے عہد حکومت میں کریمیا سے لے کر قازقستان اور بخارا کے ترک علاقے روسی سلطنت کا حصہ بن گئے۔

دولگا اور یورال کے تاتاری علاقے کو روسیوں نے ۱۵۵۲ء میں فتح کیا، اس کے بعد وہاں روسی آبادکار آنے شروع ہو گئے، اور ساتھ ہی تاتاری مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی کوششیں بھی کی جانے لگیں، جب اس میں ناکامی ہوئی تو ۱۵۵۶ء کی تاتاریوں کی بغاوت کے بعد ان میں سے جو عیسائی ہونے کو تیار نہ تھے، انہیں مرکزی شہر قازان میں رہنے سے روک دیا گیا اور چونکہ مسجدیں روسیت کو

---

[1] دریائے وولگا اور یورال کے نواح میں آباد ترک، یہ یورپی روس سے اور ترکوں سے نسبتاً زیادہ قریب تھے۔ غالباً جمعہ کا خطبہ اپنی زبان میں پڑھا جاتا ہوگا۔ (مدیر)

اپنانے اور عیسائیت کی تبلیغ کی سرگرمیوں کے مخالف مرکز تھے، اس لئے تمام مسجدوں کو گرانے اور روسی حکومت کی اجازت کے بغیر کسی نئی مسجد کو تعمیر نہ کرنے کے احکام صادر کئے گئے۔ لیکن تاتاری اپنے اسلامی عقائد پر بالعموم ثابت قدم رہے، اور سوائے ان کے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے کوئی بھی عیسائی نہ ہوا۔ بہرحال عیسائی مشنریوں کی کوششیں برابر جاری رہیں۔ اور طرح طرح کے حیلوں سے تاتاریوں کو عیسائی بنانے کا سلسلہ چلتا رہا۔ صرف ۱۷۴۳ء میں کوئی پانچ سو کے قریب نئی اور پرانی مسجدیں گرادی گئیں۔ اندازہ یہ ہے کہ ۱۸۲۰ء میں کُل جو تاتاری نئے عیسائی ہوئے ہوئے تھے ان کی تعداد بارہ ہزار تھی لیکن یہ سب کے سب بعد میں پھر مسلمان ہو گئے۔

مشنریوں کی یہ زیادتیاں آخر رنگ لائیں، ۱۷۵۵ء میں تاتاریوں نے پھر بغاوت کی جس میں مشنری بُری طرح مارے گئے، صرف ایک صوبہ قازان میں کوئی ایک سو پچاس پادری قتل ہوئے، اس کے بعد روسی حکومت کو اپنی یہ پالیسی بدلنی پڑی۔ ملکہ کیتھرائن کے عہد میں مسلمانوں کو مذہبی آزادی دی گئی۔ ۱۷۸۸ء میں ان کے لئے امور مذہبیہ کا ایک محکمہ قائم ہوا، جو مساجد کے نظم و نسق کا نگراں بھی تھا۔ اور اسی کے زیر اہتمام ان کی مذہبی تعلیم کی بھی طرح پڑی اور اس طرح آگے چل کر روس میں تاتاری اسلامی ثقافت کی نشو نما اور ترقی کے امکانات پیدا ہوئے۔ مسلمانوں کے اس محکمہ امور مذہبیہ کا سربراہ ایک مفتی ہوتا تھا۔

تاتاریوں کی تسخیر کے بعد روسی وسطِ و شرقِ ایشیا کے ترک علاقوں کی طرف بڑھتے ہیں اور جہاں جہاں روسیوں کا قبضہ ہوتا ہے، وہاں وولگا اور یورال کے یہ تاتاری تاجروں کی حیثیت میں پہنچ جاتے ہیں۔ چنانچہ اس طرح تاتاریوں کا متوسط (بورژاوی) طبقہ وجود میں آتا ہے، بقول مصنف کے، یہ تاتاری تاجر اس قابل ہو گئے کہ انہوں نے وولگا کی صنعتوں اور یورال کی کانوں میں اپنے کاروباری مفادات کو مضبوط کر لیا۔ چین اور منگولیا کے ساتھ ان کی تجارت بڑھ گئی اور سائبیریا کی منڈیوں میں سرمایہ لگانے میں وہ کسی سے پیچھے نہ رہے۔

انیسویں صدی میں تاتاریوں کی یہ بیداری صرف اقتصادی زندگی تک محدود نہ رہی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دائرۂ اثر میں مذہب اور ثقافت بھی آ گئے۔ ۱۷۸۸ء میں مذہبی آزادی کی پالیسی اور محکمہ امور مذہبیہ کے قیام کے بعد مذہبی تعلیم کی ترقی میں، جو ائمہ، خطباء اور علماء کی تربیت اور امور مذہبیہ کے عام نظم و نسق کو چلانے کے لئے ضروری تھی، بڑی آسانیاں پیدا ہو گئیں۔ اٹھارہویں صدی کے آخر تک تاتاری علاقے میں دینی درس گاہوں کا معیار کافی پست تھا، اس لئے قدرتاً تاتاریوں

کی نظریں وسط ایشیا کے دینی مدارس کی طرف اٹھنے لگیں۔ بخارا کے دینی مدارس کی کوئی دسویں صدی عیسوی سے تمام مشرقی اسلامی دنیا میں بڑی شہرت تھی۔ چنانچہ نوجوان تاتاری علوم دینیہ کی تکمیل کی غرض سے ان مدارس میں بھیجے جانے لگے، لیکن تاتاری طلبہ بہت جلد وسط ایشیا کے ان مدارس میں مروج جامد اور پرانے طریقہ تعلیم سے بددل ہو گئے۔ انیسویں صدی کے اوائل میں وولگا کا ایک مشہور تاتاری عالم دین عبدالناظر (۱۷۷۵ - ۱۸۱۳) بخاری علماء کے اس نظری طریقہ تعلیم کے خلاف احتجاج کرتا ہے، لیکن شہاب الدین مرجانی (۱۸۱۵ء - ۱۸۸۹ء) جو پہلا جدید تاتاری مورخ اور مصلح (ریفارمر) تھا اور تاتاری ثقافتی احیاء و بیداری کا آغاز کرنے والا ہے، وہ بارہ سال بخارا میں رہ کر ۱۸۴۹ء میں واپس وطن آیا۔ اور اس نے علاقہ وولگا میں اسلامی درسگاہوں کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ اس کی کوشش یہ تھی کہ قرآن مجید اور علوم اسلامیہ حاصل کرنے کے پرانے جامد طریقے کے بجائے نسبتاً کم نظری اور زیادہ عملی طریقے کو رائج کیا جائے اور وہ اس پر بھی مصر تھا کہ ہر سچے ایماندار کو قرآن مجید خود سمجھنے کا حق ہونا چاہیئے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کا یہ بھی کہنا تھا کہ جدید علوم کی تعلیم اور روسی زبان کا حصول مذہب اسلام کے لئے نقصان دہ نہیں، بلکہ اس سے مسلمانوں کو اسلام کے سمجھنے اور اپنے ثقافتی معیار کو بلند کرنے میں مدد ملے گی۔ مرجانی محض ایک نظری آدمی نہیں تھا بلکہ وہ ایک عملی استاد بھی تھا۔ اس نے اپنے ان خیالات کو عملی شکل دی اور بہتر قسم کے دینی مدارس قائم کرنے کے لئے وہ مسلسل جد وجہد کرتا رہا۔ بیس سال کی کوششوں کے بعد وہ ایک صاحب ثروت قازانی تاجر کو اس بات پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہوا کہ وہ ایک نئے مدرسے کے قیام میں مالی مدد دے۔ مرجانی نے وولگا کے بلغروں اور تاتاریوں کے متعلق کئی اہم کتابیں بھی لکھیں ۵۱ سال کی عمر میں وہ روسی حکام کے قائم کردہ قازان کے ایک سکول میں، جہاں استادوں کو ٹریننگ کیا جاتا تھا، وہ استاد بھی ہو گیا۔

مرجانی کی کوششوں سے بہت سے تاتاری اپنے اس تعصب پر، جو انہیں روسی زبان اور یورپی "عیسائی" کلچر کے خلاف تھا، غالب آنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور اس کے بعد اس کے شاگردوں اور دوسروں نے نئی روشنی کے اس سلسلے کو اور آگے بڑھایا یہاں تک کہ ترکی چغتائی زبان کے بجائے تاتاری زبان اس علاقے کی علمی و ادبی زبان بن گئی۔ انیسویں صدی کے وسط میں وولگا اور یورال کے تاتاریوں میں تعلیمی اور نشر و اشاعت کی سرگرمیاں بھی کافی بڑھ گئی تھیں۔ ملکہ کیتھرائن دوئم کے مذہبی آزادی کے اعلان کے بعد تاتاری مسلمانوں نے مذہبی کتابیں چھاپنے کی بھی اجازت حاصل کر لی۔

۱۸۵۳ء - ۱۸۵۹ء کی مدت میں صرف قازان یونیورسٹی نے کوئی سوا تین لاکھ کتابیں چھاپیں۔ جن میں قرآن مجید کے علاوہ تاتاری زبان کی کتابیں بھی تھیں۔ ۱۸۵۳ء - ۱۸۶۴ء کے درمیانی عرصے میں تاتاریوں کی کل مطبوعہ کتابوں کی تعداد دس لاکھ تک پہنچ گئی۔ اسی طرح دینی مدارس کی تعداد میں بھی برابر اضافہ ہوگیا۔ ۱۸۶۰ء میں وسط وولگا اور جنوبی یورال میں کوئی ۱۸۵۹ تاتاری مکتب تھے، جو مساجد سے ملحق تھے اور ان میں ملّا[1] تعلیم دیتے تھے۔

انیسویں صدی کے وسط میں تاتاریوں کی تیز رفتار ثقافتی اور اقتصادی ترقیوں سے روسی حکومت کے حلقوں میں اندیشے پیدا ہونے لگے۔ اس کے علاوہ روس کی ترک آبادی میں کافی اضافہ بھی ہوگیا تھا اور ۱۸۶۵ء میں وہ ایک کروڑ تک پہنچ گئی تھی۔ اسی زمانے میں روس کے حکمران طبقوں میں اتحاد سلاوی کا رجحان بڑھا۔ نیز روس کا آرتھوڈکس چرچ کا محافظ ہونا اور ترکی کے خلاف جنگوں میں (۱۸۵۴ء - ۱۸۵۵ء اور ۱۸۷۷ء - ۱۸۷۸ء) سلاویوں کا حصہ، اس نے قدرتاً مسلمان رعایا کے معاملے میں روسی حکومت کے رویے پر معاندانہ اثر ڈالا۔ اور اسی زمانے میں یورپ اور روس میں قومیت کے عروج کے ساتھ ساتھ تاتاریوں میں بھی قومی شعور ابھرنے لگا تھا۔ پھر ریلوں کے بننے اور بہتر سمندری مواصلات کی وجہ سے روس کے مختلف ترک باشندوں میں آپس میں، اور ان میں اور عثمانی ترکی کے درمیان تعلقات قائم کرنے میں بڑی آسانیاں ہوگئیں۔ اور ظاہر ہے اُس وقت عثمانی ترکی کا، بحیثیت اس کے کہ اس کا سربراہ سلطان اور خلیفہ ہے اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ جیسے مقامات مقدسہ اس کے تحت ہیں، روس کے مسلمانوں میں بڑا وقار اور احترام تھا یہ حالات تھے جب کہ روس کے تاتاری مسلمانوں میں قسطنطنیہ یعنی استنبول سے وابستگی بڑھی، اور اس کی وجہ سے ان میں پان اسلامزم اور پان ترکزم کا پہلے پہل بیج پڑا۔ ۱۸۵۶ء میں جنگ کریمیا کے موقع پر کوئی ایک لاکھ چالیس ہزار کریمیا کے ترک ہجرت کرکے ترکی چلے گئے۔ اسی طرح تاتاری ترکوں نے روسی فوجوں میں بھرتی ہونے سے انکار کردیا، اور ان میں بھی ترکی کو ہجرت کر جانے کے خیالات پھیلنے لگے۔ اسی زمانے میں وہ تاتاری جو عیسائی ہوئے تھے، دوبارہ مسلمان ہوگئے۔

مسلسل ..

---

[1] ترکی میں علماء کے لئے بالعموم ملّا کا لفظ مستعمل ہے۔ اور اس کے ساتھ کسی قسم کی وہ تحقیر وابستہ نہیں، جو بدقسمتی سے ہمارے ہاں ہوگئی ہے۔ (مدیر)